عقاید شناسی

اسلام میں عقل اور تنقید کی اہمیت

محمد رضا حکیمی

قرآن کی نظر میں:

۱۔اور جب کہا جاتا ہے کہ خدا سے ڈرتو، اسے غرور گناہ پر ابھارتا ہے۔ پس ایسے (کمبخت) کے لئے جہنم (ہی) کافی ہے۔ اور بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔(سورہ بقرہ، آیت ۲۰۶)

حدیث کی نظر میں:

۱۔حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: تمہارے نزدیک منتخب ترین شخص وہ ہو جو تمہیں راہ رشدو کمال پر لے چلے اور تمہارے عیوب تم پر آشکارا کردے۔(غرر الحکم، ۲۵۴)

۲۔ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص تمہارے عیوب کی طرف متوجہ کرے اس نے تمہارے حق میں نیکی کی ہے اور وہ تمہارا خیر خواہ ہے۔(غرر الحکم، ۲۶۵)

۳۔حضرت صادق آل محمد علیہ السلام نے فرمایا: میں اپنے دینی بھائیوں کے درمیان اس شخص کو بہت زیادہ چاہتا ہوں جو مجھے میرے عیوب سے آگاہ کرتا ہے۔(مستدرک ۲/۶۳)

۴۔حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص تمہیں دوست رکھتا ہے (وہ تمہیں برے کام انجام دینے سے) منع کرتا ہے اور جو شخص تمہیں دشمن رکھتا ہے،وہ تمہیں برے کام کی طرف اکساتا ہے۔ (بحار ۷۸/۱۲۸)

۵۔حضرت امام کاظم علیہ السلام نے فرمایا کہ پیغمبر اکرمؐ کا ارشاد گرامی ہے، مومن مومن کا آئینہ ہے۔ (نوادر ''راوندی'')

۶۔حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ ''صدیق'' دوست کو اس لئے صدیق کہتے ہیں کہ وہ تمہیں اپنے بارے اور عیوب کے سلسلہ میں (صادقانہ) نصیحت کرتا ہے اور تمہارا خیر خواہ ہے۔ پس جو شخص بھی ایسا ہو اسے دل دے دو کہ وہ تمہارا دوست ہے۔(غرر الحکم ۱۳۴)

۷۔حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ کوئی شخص تمہیں چاہتا ہے لیکن وہ تمہارے سلسلہ میں

چرب زبانی نہیں کرتا۔ اور کوئی شخص صحیح معنوں میں تمہاری مدح وثنا کرتا ہے لیکن اس کی بات تم تک نہیں پہنچتی۔ (غرر الحکم ۱۳۴)

۸۔حضرت صادق آل محمد علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت علیؑ کا ارشاد گرامی ہے کہ مسلمان مسلمان کا آئینہ ہے۔ لہٰذا تم اگر اپنے کسی بھائی کی کوئی لغزش دیکھو تو اس کو اس لغزش کی طرف متوجہ کرو اور اس کے لئے اپنے جیسے ہوجاؤ، اسے ہدایت ونصیحت کرو، اس کے سلسلہ میں خیر خواہ اور مہربان رہو۔
(بحار ۹۸/۰ ۔تحف العقول ۷۷ (باختلاف۔)

نصیحت کرتے وقت سنجیدہ رہنا (حدیث کی نظر میں):

۱۔حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: جوشخص تمہارے عیوب کو چھپاتا ہے، وہ تمہارا دشمن ہے۔ (غرر الحکم، ۲۷۴)

۲۔حضرت امام جواد علیہ السلام نے فرمایا: جوشخص تمہاری خوشی کے لئے تم سے راہ راست کو مخفی رکھے، وہ تمہارا دشمن ہے۔ (بحار ۳۶۴/۷۸ از کتاب ''اعلام الدین'')

۳۔حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: جو تمہاری تعریف کرتا ہے تمہارا قاتل ہے۔ [منھ پر تمھارے سامنے] (عزرالحکم، ۲۶۶۔۲۶۵)

۴۔حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: جوشخص تمہارے عیوب کو چھپائے اور تمہاری غیبت میں تمہارے عیب بیان کرے، وہ تمہارا دشمن ہے۔ اس سے بچو۔ (عزرالحکم، ۲۸۶)

۵۔ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: دشمن کو دشمن اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ تمہارے سلسلہ میں (تعدی یعنی ظلم وستم اور زیادتی کرتا ہے۔) لہٰذا جوشخص بھی تمہارے عیوب صحیح سمجھے (اور اسے تم سے بیان نہ کرے) وہ تمہارا دشمن ہے۔ (عزرالحکم، ۱۳۴)

تنقید قبول کرنا (حدیث کی نظر میں):

۱۔ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: میرے بارے میں یہ تصور نہ کرو کہ میرے سلسلہ میں جو کچھ کہا جائے اس سے میں کبیدہ خاطر ہوجاؤں یا ایسی بات ہو جو مجھے بڑا شمار کرے۔ اس لئے کہ جب کسی کے سامنے اس کے حق کی گفتگو یا اس کا فیصلہ بیان کیا جاتا ہے تو وہ بوجھ محسوس کرتا ہے، اس پر عمل کرنا اس سے بھی زیادہ دشوار ہے۔ اس لئے حق بات کہنے سے یا عادلانہ اظہار خیال کرنے سے

خود کو نہ بچاؤ۔ (نہج البلاغہ، ۶۸۷، عبدہ ۱/ ۴۶۳)

۲۔ امام ہادی علیہ السلام نے اپنے محبوں میں سے ایک محب سے کہا: فلاں شخص کی تادیب کرو اور اس سے کہو کہ جب خدا کسی بندہ کے لئے خیر چاہتا ہے تو اس کی جو تادیب وتنقید کی جاتی ہے، اسے قبول کرلیتا ہے۔(''مستدرک'۲/ ۶۳)

۳۔ حضرت امام جوادعلیہ السلام نے فرمایا: مومن خداوند عالم کی توفیقات اور اپنے لئے نصیحت کا بھی محتاج ہے اور جب کوئی اسے نصیحت کرتا ہے، وہ اسے قبول کرتا ہے۔(''تحف العقول ۳۴۷'')

بیداری اور ہوشیاری (حدیث کی نظر میں):

۱۔حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: ہوشیار رہنا نور ہے۔ (غررالحکم، ۱۳)

۲۔حضرت امام صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت علی کا ارشاد ہے : مومن بیدار' ہوشیار' خدا سے ڈرنے والا اور راہ شناس، دو اچھے نتیجوں میں سے ایک نتیجہ ہے۔(بحار ۱۰/۱۱۱)خدا سے ڈرنے والا اور راہ شناس، دو اچھے نتیجوں میں سے ایک نتیجہ ہے۔(بحار ۱۰/۱۱)

☆دو اچھے نتیجوں میں سے ایک نتیجہ ترجمہ ہے:''احدی الخصلتین'' کی یہ تعبیر قرآن کریم کے سورہ توبہ(۹) آیت ۵۲ سے لی گئی ہے۔

شیخ طبری نے اس آیت''قل هل تربصون بنا الااحدی االخصلتین'' کی تفسیر میں لکھا ہے: کہو اے منافقو! کیا تم اس بات کے منتظر ہو کہ ہم دو نیکیوں میں سے ایک نیکی تک پہنچ جائیں گے؟ اس طرح آتا ہے کہ''معناه، هل تنظرون لنا الا احدی الخصلتین الحمید تین، والنعمتین العظیمتین، واما الغلبة والغنیمة فی العاجل، وامّا الشهادة مع الثواب العادم فی الآجل'' یعنی کیا تم اس انتظار میں رہ سکتے ہو کہ ہم دو فضیلتوں میں سے ایک فضیلت اور دو بڑی نعمتوں میں سے ایک نعمت حاصل کرلیں گے یا اس جہاں میں کامیابی پر کامیابی یا خدا کی راہ میں شہادت اور اس کی جزا اس دنیا میں پالیں گے؟(مجمع البیان ۵/ ۳۷)

لیکن لفظ''حسنیین'' کا لغوی مفہوم''انجام وفرجام'' نہیں ہے بلکہ محل استعمال کے لحاظ سے یہ مفہوم سمجھا جاتا ہے۔ اس لئے اس کا یہ ترجمہ تفسیری ترجمہ ہے اور اس طرف متوجہ ہوتے ہوئے کہ یہ لفظ ''حسنی'' کا تشنیہ ہے اور اسم تفضیل ہے، لہٰذا ہم اس سے ترجمہ میں اسم تفضیل مراد لے سکتے ہیں یعنی

یوں کہہ سکتے ہیں کہ دو نیکیوں میں سے ایک نیکی، اور اس سے مقصود یہ ہے کہ ہوشیاری اور بیداری ہوگی تو اپنی زندگی میں دو نیکیوں میں سے ایک نیکی سے گرانقدر نتیجہ حاصل کرے گا۔ یا اپنے ہدف کو حاصل کرنا یا راہ خدا میں جان کی بازی لگا دینا اور بارگاہ خداوندی میں چلے جانا یا ''زندگی کا ہدف'' یا ''موت کا ہدف'' حاصل کر لینا، یہی سب کچھ انسان کی اہم قدر و قیمت اور اس کی حیات کا بہترین مقصد ہے۔

۳۔ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: دور اندیش جاگا ہوا ہے۔ (غرر الحکم، ۱۳)

۴۔ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: جس کا نفس بیدار و جاگا ہوا ہے خداوند عالم اس کے لئے نگہبان مقرر کرتا ہے۔ (غرر الحکم، ۲۸۶)

۵۔ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص اپنی ہوشیاری اور بیداری سے مدد حاصل نہیں کرتا اسے اس کے محافظ بھی فائدہ نہیں پہنچا سکتے۔ (غرر الحکم، ۲۹۴)

دانائی اور ادراک (حدیث کی نظر میں):

۱۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں عقلمندوں میں سے عقلمند ترین اور بیوقوفوں میں سے بیوقوف ترین شخص کی تمہیں خبر دوں؟ لوگوں نے کہا: ہاں! یا رسول اللہؐ۔ آپؐ نے فرمایا: عقلمندوں میں سے عقلمند ترین انسان وہ ہے جو اپنے نفس کا محاسبہ کرتا رہے اور اپنے مرنے کے بعد کے لئے امور انجام دے۔ اور بیوقوفوں میں سے بیوقوف ترین انسان وہ ہے جو اپنی خواہشات نفس کی پیروی کرے اور خدا سے اس بات کی امید رکھے کہ وہ اس کی تمام خواہشات پوری کر دے۔ (بحار ۷۰/۶۹ از ''تفسیر امامؑ'')

۲۔ حضرت صادق آل محمد علیہم السلام نے ''عقل و جہل کے لشکر والوں'' کی حدیث میں فرمایا (عقلمند کے سپاہیوں میں سے) 'شجاعت و شرافت' ہے، جس کی ضد 'بزدلی' ہے۔ 'معلومات' جس کی ضد 'ناواقفیت' ہے اور 'کند ذہنی' ہے اور 'معرفت' اس کی ضد 'لاعلمی' ہے۔ (اصول کافی ۱/ ۲۲)

۳۔ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: عقلمند وہ ہے جو اپنے فضائل کو زندہ کرے اور برائیوں شہوت و خواہشات کو نفس کی سرکوبی کے ذریعہ ختم کر ڈالے۔ (غرر الحکم، ۴۸۱)

۴۔ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: عقلمند وہ ہے جس کی آرزوئیں کم ہوں۔'' (غرر الحکم، ۱۹)

۵۔حضرت علیؑ کا ارشاد گرامی ہے :عقلمند انسان ہر چیز سے نصیحت حاصل کر لیتا ہے۔'' (عزرالحکم، ۲۵۲)
۶۔حضرت امام حسن علیہ السلام نے فرمایا: اہم ترین عقلمندی پرہیزگاری اور بدترین اقدام ظلم و بدکاری ہے۔ (کشف الغمہ ۱/۵۷۱)
۷۔ امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام سے زید بن صوحان عبدی نے دریافت کیا: لوگوں میں سے عقلمند ترین شخص کون ہے؟ آپ نے جواب دیا: وہ شخص جو صراط مستقیم اور راہ ضلالت و گمراہی میں فرق رکھتا ہو اور صراطِ مستقیم پر گامزن ہو۔ (معانی الاخبار/ ۱۹۰)
۸۔حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: خداوند عالم نے عقلمندوں کے لئے طاعت و عبادت قرار دیا ہے اس حالت میں کہ ادراک و دانائی میں کمزور اسے ضائع کر دیتا ہے (اور اس سے) اس جہان میں اس دنیا کے لئے کچھ فائدہ حاصل نہیں کرتا۔ (نہج البلاغہ، ۱۲۴۳، عبدہ ۲/ ۲۲۳)
۹۔حضرت علی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: اے ہمام مؤمن عقلمند اور ہوشیار ہوتا ہے۔ (اصول کافی ۲/۲۲۶)

غفلت سے دوری (حدیث کی نظر میں):

۱۔حضرت صادق آل محمد علیہم السلام نے فرمایا: غافل رہنے سے بچو اس لئے کہ جو شخص غافل رہتا ہے وہ گویا اپنے آپ سے غافل ہے اور خداوند عالم کے حکم کے مقابل سستی سے پرہیز کرو اس لئے کہ جو شخص بھی حکم خدا پر سُستی کرتا ہے خداوند عالم روز قیامت اسے ذلیل کرے گا۔ (ثواب الاعمال ۲۴۲)
۲۔حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: غفلت سے بچے رہو اس لئے کہ غفلت حسن و ادراک کی تباہی سے نابلد ہوتی ہے۔ (عزرالحکم، ۷۲)
۳۔حضرت علی علیہ السلام کا ارشاد ہے: غفلت ہاتھ سے (کسی چیز یا قیمتی اوقات کا) دے دینا ہے۔ (عزرالحکم، ۱۳)
۴۔ امیرالمومنین حضرت علی نے فرمایا:غفلت سب سے زیادہ نقصان پہنچانے والی دشمن ہے۔ (عزرالحکم، ۲۰)
۵۔حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: غافل سونے والا ہے اور غفلت فریب ہے۔ (عزرالحکم، ۱۳)
۶۔ امیرالمومنین حضرت علی کے ارشاد ہے: جو دشمن سے مقابلہ کے وقت سو جاتا ہے دشمن کی سازش

اسے بیدار کردیتی ہے۔ (غزرالحکم، ۲۸۴)
۷۔حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: تف ہو سونے والوں پر، وہ کتنا زیادہ نقصان اٹھاتے ہیں۔ ان کے عمل کم ہوجاتے ہیں اور اجر بھی کم ہوجاتا ہے۔ (غزرالحکم، ۳۳۵)

باب اول پر ایک نظر:

محترم قارئین ! آپ نے ہر باب کے اختتام پر جس طرح کا عنوان ملاحظہ فرمایا اس سے ہمارا مقصود یہ ہے کہ اگرچہ ہم نے بہت چھان کرکے اور بہت غوروفکر کے بعد ہر باب کو آپ کے سامنے پیش کیا اور اس کی ایک جھلک آپ نے محسوس بھی کی ہے۔

محترم قارئین !ہوسکتا ہے اس اقدام کو آپ پسند فرمائیں اور وہ امور اور وہ مسائل جو بہت کوشش و استنباط کے بعد ہم نے یکجا کئے ہیں، اس میں آپ شریک ہوں۔ ہمارا مقصد صرف یہ نہیں ہے کہ جو کچھ کتاب وسنت میں مسائل کے سلسلہ میں آیا ہے اور ہم نے جو کچھ سمجھا ہے، اسے ہی قارئین کے لئے قطعی اور آخر سمجھ لیں اور اس سے تجاوز نہ کریں اس لئے کہ قرآن و احادیث میں جو کچھ حقائق آئے ہیں وہ اسلامی اور الٰہی حقائق ہیں۔ وہ تمام لوگوں سے متعلق ہیں بلکہ کل نوع بشر سے تعلق رکھتے ہے، اس لئے مفکرین کو چاہئے کہ اس میں غوروفکر کریں اور اپنی عقل وفکر کو اس میں مستغرق کردیں، جو چیزیں ہیں وہ صرف اس لئے کہ یہ باب اور اس کے موضوعات سے بلحاظ فکروفہم قریب ہیں۔ لہٰذا ہم نے اسے اپنی فکروفہم کے مطابق تحریر کیا ہے اور اس کے پرتو نور کو حاصل کیا ہے یعنی جب جب کاموں کی زیادتی سے ذہن میں انعکاس پیدا ہوا ہے، ہم نے اس سے نور حاصل کیا ہے۔
اب ہمارا مقصد یہ ہے کہ جو کچھ ہم نے حاصل کیا ہے اسے دوسرے قارئین تک پہنچادیں۔

اشارہ:

کسی بھی چیز سے قبل اس نکتہ کو واضح کردینا ضروری ہے کہ موجودہ کتاب کے مختلف ابواب میں جو کچھ پیش کیا گیا ہے، وہ انسان کے بارے میں اسلام کے علمی نظریات کو منعکس کرتا ہے اور اسلام کی تہذیبی وثقافتی قدروں کو نمایاں کرتا ہے اور یہ بتاتا ہے کہ اسلام انسان کو تاریخ و اجتماع، حق و عدالت، علم و دانش، اخلاق وکردار اور اقتصادیات کے میدان میں ترقی، حرکت اور پیش قدمی کی منزلیں طے کرتا ہوا دیکھنا چاہتا ہے۔ ایسی حرکت جس میں آزادی ہو اور سعادت و نیک بختی کے ساتھ ساتھ

دوسرے حقائق ومسائل بھی موجود ہوں۔
اب ہم اس باب کے بعض موضوعات پر اجمالی نظر ڈالیں گے:

ا۔شناخت ومعرفت اور اس کی بنیادی اہمیت:

ہم نے باب معرفت و شناخت سے جو اس کتاب کا پہلا باب ہے، اس کا آغاز کیا ہے کیونکہ اسلامی تعلیمات اور انسان کی تربیت و پرورش کے شعبہ میں معرفت و شناخت کو بنیادی حیثیت حاصل رہی ہے جس کے ذریعہ اوراس کی تعلیم سے ہمیں دین کی بنیاد کی نشاندہی ہوتی ہے۔

ا۔کسی چیز کی معرفت حرکت وعمل سے وابستہ ہے۔ اسلام میں واجب ہے کہ ہر حرکت وعمل علم و دانش اور معرفت کے ساتھ وقوع پذیر ہو۔ معرفت ہی سے کام کی ابتداء اور معرفت ہی سے اس کا اختتام ہو، ایسا نہ ہو کہ کسی چیز کی اہمیت کا اندازہ نہ ہو جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا ہے، "مامن حرکة لوانت محتاج فيهما الى معرفه "۔ (تحف العقول، ۱۹) کوئی حرکت نہیں ہے سوائے اس کے کہ انسان اس میں معرفت و شناخت کا محتاج ہو۔

۲۔علم ومعرفت انسان کے قدر و قیمت کی میزان ہے۔

۳۔ انسان کے لئے معرفت ایسی ہی ہے جیسے اس کے لئے زندگی، اس نقطۂ نگاہ سے کہ شناخت ومعرفت انسان میں انسانی زندگی کا منشاء ہے اور اصل میں زندگی یہی ہے نہ کہ جسمانی یا جانوروں والی زندگی۔

۴۔معرفت عبادت کی بلند ترین قسم اور قربِ الٰہی کا ذریعہ ہے، یہاں تک کہ ہر عبادت کی قدر و قیمت اور تقرّب منحصر ہے عمل کرنے والے کی علم ومعرفت پر۔

۲۔علم حاصل کرنا:

معرفت و دریافت کی اہمیت کے لحاظ سے اگر ہم دیکھیں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ اسلام نے سب سے زیادہ تحصیل علم کے لئے تاکید کی ہے، بلکہ تحصیل علم کو واجب قرار دیا ہے اور علم حاصل کرنے والے کو راہ خدا میں اپنا خون بہانے والے مجاہد کا درجہ دیا ہے۔ جیسا کہ وارد ہوا ہے"اطلبوالعلم ولو يخوض اللجج و شق الهج" علم حاصل کروچا ہے تمہیں دریاؤں کی گہرائیوں میں جانا پڑے اور اس میں جسم سے ہاتھ دھونا پڑے۔ (بحار ۷۸/۲۷۷ از کتاب شیخ سدید الدین سوری "الاربعین")

۳۔ کسی کام کے وقت عقل و اہمیت کو فعال بنانا:

انسان کے بعض کام ایسے ہیں جن پر اس کے نسل کی بقاء اور حیات کی بنیاد ہے۔ اور وہ امور ہیں جن سے طبیعت میں تحریک ہوتی ہے اور اسی سے سرشت میں ادارہ سازی کی قوت آتی ہے۔ یہ طبیعتی تحریک انسان کے شعور و خواہشات پر حکمراں ہے اور اسے اس کی خواہش کی طرف لے جاتی ہے۔ اور یہی ہے جو زندگی کو جوش مارتے ہوئے دریا کی طرح رواں رکھے ہوئے ہے اور نسل انسانی کی بقاء کی ضامن ہے۔ یہی انسان کو اس بات پر مجبور کرتی ہے کہ تلاش و جستجو کرے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم یہ دیکھتے ہیں کہ انسان اپنی زندگی کی حفاظت اور اس کی بقاء کے لئے کبھی سختی اور کبھی نرمی کا سامنا کرتا ہے اور دشواریوں کا مقابلہ کرتا ہے۔

مندرجہ ذیل حدیث اسی طرف اشارہ کر رہی ہے:

حدیث:

حضرت امام صادق علیہ السلام نے مفضل کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: اے مفضل ! وہ امور جو انسان کے لئے قرار دیئے گئے ہیں یعنی کھانا، پینا، سونا اور ہمبستری کرنا اس میں بھی ایک تدبیر رکھی گئی ہے۔ ذرا سوچو تو سہی، ان میں سے ہر ایک کے لئے انسانوں کے لئے محرک پیدا کیا گیا ہے وہ اس کے مقتضی ہیں اور یہ ان امور کے انجام دینے پر اسے برانگیختہ کرتی ہے۔ بھوک کھانہ سے جڑی ہوئی ہے۔ اس سے زندگی استوار ہوتی ہے اور بدن کی ترتیب قائم رہتی ہے۔ تھکاوٹ و نقاہت کا تقاضہ ہے کہ انسان آرام کرے اور سوئے، اس سے جسم انسانی کو سکون حاصل ہوتا ہے۔ اور اس میں پھر سے طاقت پیدا ہوجاتی ہے۔ شہوت کی زیادتی جماع چاہتی ہے۔ اسی سے نسل انسانی کی بقا وابستہ ہے۔ اگر انسان ایسا ہوجائے کہ بدن کی ضرورت کو پہچانتے ہوئے کھانہ کی طرف راغب ہو، لیکن اس کی طبیعت میں اس کا رجحان نہ پایا جائے اور اس کا رجحان اس طرح نہ ہو، تو اس کا احتمال تھا کہ سستی اور حالات کی سنگینی اسے اس منزل تک پہنچا دیتی کہ اس کا جسم تحلیل ہوجاتا اور وہ ہلاک ہوجاتا.......... پھر ذرا غور تو کرو کہ خداوند عالم نے ان میں سے ہر ایک فعل کے لئے جو کہ انسان کے دوام اور اس کی بقاء سے متعلق ہیں، اپنی مصلحت رکھی، اس کی طبیعت کو محرک قرار دیا ہے تاکہ وہ خود ان امور کی طرف راغب ہو اور اسے انجام دے.......... (بحار ۳/۷۹۔۷۸)

جانوروں کی بھی خواہشات ہیں کہ ان سے افعال صادر ہوتے ہیں۔ وہ خواہشات و تحریکات مختلف جانوروں میں مختلف ہیں، اور یہی ان کی ایک دوسرے سے الگ پہچان کا ذریعہ بھی ہیں۔ خداوند عالم نے جانوروں کی ہر قسم کو الگ الگ صفات و خصوصیات دے کر پیدا کیا، جس کے ذریعہ ایک دوسرے سے ان میں فرق نمایاں ہوسکے۔ یہ ان خصوصیات سے بالکل الگ ہیں جو عموماً ہر جانور میں پائی جاتی ہیں۔ لیکن اس کے درمیان انسان کے لئے فعل و کردار میں ایک دوسرا گوشہ ہے جس کا سرچشمہ علم و معرفت ہے، نہ کہ جذبات و فطرت۔ اور جو چیز انسان کو ایسے افعال کے لئے آمادہ کرتی ہے، وہ علم و فہم سے حاصل ہونے والی چیز کے علاوہ کوئی دوسری چیز نہیں ہے۔

انسان کی دسترس میں لازمی طور پر اس طرح کے افعال دیئے گئے ہیں۔ وہ عقل اور قدرت و اختیار ہیں جس کے نتیجہ میں انسان کسی بھی چیز کو سمجھتا اور اسے حاصل کرتا ہے۔ پھر وہ اسے اپنی اختیاری قوت کی وجہ سے ہی وجود بخشتا ہے۔ اس لحاظ سے انسان جانوروں کی طرح جذبات و خواہشات کی چہار دیواری میں مقید نہیں ہے۔

اور انسان کی اہمیت اور اس کی مخصوص کرامت نیز اس کے انسان ہونے کی قدر و قیمت اسی طرح کے افعال یعنی اختیاری اور ارادی افعال سے ظاہر ہوتے ہیں۔ ایسا کیوں ہے؟ چونکہ یہ افعال حرکت کرنے والے اور ارتقاء کرنے والوں پر مشتمل ہیں اور انھیں سے انسانی زندگی اور تاریخ انسانیت میں ظاہر ہوئے ہیں، یہی سبب ہے کہ انسانی زندگی جانوروں کی زندگی سے ممتاز نظر آتی ہے۔

اس لحاظ سے انسان کی دو زندگیاں ہیں: ایک حیوانی اور جذباتی زندگی جس میں وہ دوسرے جانوروں کے ساتھ شریک ہے اور دوسری انسانی و عاقلانہ زندگی جس کی وجہ سے انسان انسانیت کا مرتبہ پاتا ہے اور اس میں ارتقاء حاصل کرتا ہے۔

اس منزل پر ہم اس نتیجہ پر پہنچ سکتے ہیں کہ انسان اسی کام کو انجام دیتا ہے جسے اپنے ارادہ و اختیار سے اس نے چن لیا ہوتا۔ اور یہ انتخابات بھی اس کی عقل و معرفت کے لحاظ سے وجود میں آتے ہیں۔ اب جس کی عقل ہی کم ہو وہ بہتر انتخاب نہیں کرسکتا! جس کا دامن عقل وسیع ہوگا اس کے نیک اعمال میں بھی وسعت ہوگی جیسا کہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہے: ''الانسان بعقلہ۔(غررالحکم، ۱۴) (انسان اپنی عقل کے لحاظ سے ہے) یہی وجہ ہے کہ عقل کے ہاتھ سے چلے جانے کو زندگی سے ہاتھ دھونے کے مترادف کہا گیا ہے۔ فقد العقل فقدالحیاۃ۔(اصول کافی ۱/ ۲۷)

لہٰذا انسان اپنے علم و معرفت اور اپنی عقل و فہم اور معلومات کی بنیاد پر انسان ہے نہ کہ اپنے جذبات و خواہشات کی بنیاد پر۔ انسان کی سرشت میں بھی 'حیوان' ہے۔ اس لحاظ سے انسان کا اصل سرمایہ امتیاز اس کی عقل و دانش اور اس کے وہ کارنامے ہیں جو اس سے ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ یہ وہ کارنامے ہیں جو تاریخ بنتے ہیں، سماج کی تشکیل کرتے ہیں اور زندگی کو آزمائشوں کی نذر کر دیتے ہیں، انفرادی و اجتماعی طبیعت پر غالب ہوجاتے ہیں اور اپنے گردوپیش کے حالات کو بہتر اور شائستہ تر کرنے کے مطابق حکمت ڈھال دیتے ہیں۔

اگر انسان اپنے اس مقصد میں کامیاب ہوجاتا ہے تو اس کے پاس ایسے مواقع ہیں کہ وہ ایسی تمام چیزوں کو جسے وہ حاصل کرسکتا ہے اور لے سکتا ہے اسے چھوڑ دے اور اسی سے طبیعت کو آرام پہونچانا مقصود ہے جیسا کہ ہمیں معلوم ہے۔ سرشت سے دوری اختیار کرنا ممکن نہیں۔ لیکن انسان حکمت بالغہ اور خیر و خوبی کے جذبہ کے تحت اس فطرت سے دوری اختیار کرلیتا ہے۔ اسی وجہ سے انسان کے لئے اس امکان کا وجود ہے کہ وہ بہت ساری اجتماعی اور عالمی سطحوں کو بدل دے۔ جو کچھ کہا گیا ہے، یہ سب معرفت و دریافت کی اہمیت سے آشکار ہوتا ہے اور یہ سب سوائے عقلی راستوں کے کسی اور صورت سے حاصل نہیں ہوسکتا ہے۔

۴۔ فکر کرنے کی اہمیت:

اسلام نے لوگوں کے غور وفکر کرنے کو جس قدر اہمیت دی ہے، اتنی کسی دین یا کسی سماجی نظام میں نہیں دی گئی۔ مذہب اسلام میں ایک لمحہ غور وفکر کرنا ایک سال کی عبادت سے بہتر قرار دیا گیا ہے۔ ''فكرة ساعة خير من عبادة سنة'' (بحار ۷۱/۳۲۶) اور غور وفکر کرنے کو زندہ دلی ہونے سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ''التفكر حياة قلب البصير'' (اصول کافی ۲۸/۱)

انسان اپنے بدن کی اصلاح اور جسمانی قوت کی بقاء کے لئے ورزش کرنے اور کھانے کا محتاج ہے، لیکن ایک اس سے بھی زیادہ اہم اور عظیم کام ہے جس کی طرف اشارہ کیا جاچکا ہے کہ بنیاد ''انسانی حیات'' جو شمار کی جاتی ہے وہ سوائے باطنی چیزوں کی پرورش اور قلبی دریافت کے اور کوئی چیز نہیں ہے۔ لہٰذا آدمی کے اوپر واجب ہے کہ وہ اپنی تمام کوششیں ان باطنی قوتوں کی بقاء کیلئے صرف کرے اور اس کے سلسلہ میں تلاش و جستجو کرے۔ یہ باطنی ہدایت بھی سوائے فکر کے پے در پے

استعمال اور اس کی ورزش کے علاوہ کسی طرح حاصل نہیں ہوتی ہے۔ لہٰذا غور وفکر کرنا، انسان کے لئے ایک زندہ و پائندہ حکم ہے ۔ اس کی عقل کے لئے سرمایہ عقل و نمو ہے اور یہ بذات خود تجربات و ادراک کی لذتوں سے بہرہ ور ہونے کا ذریعہ ہے۔

اس طرح سے آدمی کی صلاحیتیں مرحلہ ''بالقوۃ'' سے مرحلہ ''بالعقل'' میں منتقل ہوجاتی ہیں اور یہی کام اس پیشرفت کے حصول کی بنیاد ہے، جس کے انتظار میں انسان اپنی زندگی گزارتا ہے۔

غور وفکر کرنا ایک بھڑکتے ہوئے شعلہ کے مانند ہے جو انسانی زندگی کو اس کے متحرک دور میں اور اس کے بعد بھی روشن کردیتا ہے۔ یہ ایک رہنمائی ہے جو انسان کو دشواریوں سے نکلنے کی راہ بتاتی ہے اور مسائل کو حل کرنے کا راستہ دیکھاتی ہے۔ غور وفکر کرنا ہر خیر و برکت کی چابھی (کلید) ہے اور ادراک و معلومات کے لئے ایک صاف و شفاف آئینہ ہے۔

۵۔ انسان کی زندگی میں کچھ ایسے حالات و اسباب پیدا ہوجاتے ہیں جو انسان کو علم و معرفت کی جستجو سے دور رکھتے ہیں۔ وہ ایسے امور انجام دیتا ہے جس سے معرفت کے حصول میں سستی آتی ہے اور وہ غفلت کا لباس اوڑھ لیتا ہے۔ یہ اسباب اور بہت سے مختلف قسم کے ہیں۔ ان میں سے چند یہ ہیں: خودفراموشی، خود پسندی، تکبر، خواہشات نفس، اندھی محبت، کسی بری عادت کا پایا جانا، عمر کی زیادتی، فکر اور قلبی حیات کی طرف کم توجہی، ارضی زندگی سے وابستگی، دنیاوی امور اور جسمانی لذتوں نیز فطرتی خواہشات کی طرف رغبت...... پھر ان میں یہ بھی اضافہ ہوتا ہے کہ آدمی ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف سرگرداں ہے، لہٰذا اس کے اوپر واجب ہے کہ وہ اس طرف متوجہ ہو تاکہ وہ اس حیران و پریشان حالت سے بہتر صورت کی طرف چلا جائے۔ یہ اسی وقت ممکن ہے جب انسان ان تمام چیزوں کو سمجھ لے، دریافت کرلے جن سے وابستگی اس کے لئے ضروری ہے۔

ان تمام چیزوں کو بنیاد قرار دیتے ہوئے، جس کی طرف ہم نے اشارہ کیا، قرآن کریم نے بھرپور توجہ کے ساتھ انسانی حیات کو بیدار کرنے اور اسے غور وفکر کرنے کی طرف متوجہ کیا ہے تاکہ انسان حق و خیر کو دوبارہ اپنے لئے منتخب کرے، اسے پھر سے پہچان لے اور اس کی طرف میل و رغبت اختیار کرے۔ قرآن کریم میں بے شمار آیتیں انسان کو بیدار کرنے اور اسے آگاہ کرنے کے سلسلہ میں آئی ہیں تاکہ اس کی غفلت کو دور کیا جاسکے اور وہ خود اس لائق بن سکے کہ وہ اپنی عقل و خرد اور اپنے گردو

پیش کے حالات سے سبق حاصل کر سکے اور اس لائق ہوجائے کہ اس کی عقل و فکر پر سے غفلت کی نقاب ہٹ جائے ، اس کی فطرت گندگی کے گردوغبار سے پاک ہوجائے تا کہ صحیح معنوں میں اسے حقیقت کی دریافت اور فطرت و حقیقت کو سمجھنے کا موقع میسر ہوجائے۔

۶۔ لاعلمی و نادانی:

یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ سب سے زیادہ نقصاں دہ چیز جس کا انسان کو سامنا کرنا پڑتا ہے، وہ نادانی ہے۔ جاہل انسان نہ تو خود کو پہچانتا ہے اور نہ ہی اپنے حقوق کو۔ وہ اپنی قدروقیمت سے بے خبر ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے اسے اپنے آپ کو درجہ کمال تک پہنچانے کی فرصت ہاتھ نہیں آتی، نیز دوسرے لوگوں کو بھی جیسا پہچاننا چاہئے، ویسا نہیں پہچانتا۔ ان کے حقوق سے بھی غیر آشنا اور زندگی اور اس کے مقاصد سے بے خبر ہوتا ہے۔ اور وہ اس زندگانی دنیا، اس زندگی نیز اس کے لئے جو چیزیں لکھی اور مہیا کی گئی ہیں ،ان سب سے ناواقف رہتا ہے۔

۷۔ جاہل انسان اپنی زندگی کے ایام کو ذلیل ترین صورت میں ختم کرتا ہے:

اس لئے کہ وہ خیروشر دونوں چیزوں سے آگاہ نہیں ہے۔ وہ یہ بھی نہیں جانتا کہ کس طرح اس میں سے ایک کی پیروی اور دوسرے سے دوری اختیار کرے، خوش بختی تک پہنچنے کی راہ اس پر مسدود ہوتی ہے۔معلومات حاصل کرنے کے وسائل اس کے اختیار میں نہیں ہوتے کہ وہ زندگی کے ہدف کو حاصل کر سکے۔ جاہل انسان ایسا ہی ہے جیسے کسی جنگجو کے ہاتھ میں اسلحہ جو ہر وقت اس سے جنگ ہی کرنا پسند کرتا ہے۔ اسی لئے اسلام نے جہالت و نادانی کی شدید مذمت کی ہے اور اسے انسانی شخصیت کا مخالف جانا ہے۔ اور بہت شدت کے ساتھ اس کے خلاف جنگ کا حکم دیا ہے۔

۸۔معرفت سے ہم آہنگ ہونا :

اسلام نے علم و دانش سے مملو ہونے کی بہت تاکید اور سفارش کی ہے تاکہ لوگوں میں اجتماعی طور پر اسے پھیلایا جائے، اس لئے کہ لوگوں کی فہم اور ان کی معلومات کی سطح کو بلند کرنا، اسی سے منسلک ہے۔ اسلام نے ہر ایک شخص پر یہ لازم قرار دیا ہے کہ وہ دوسروں کو جس حد تک تعلیم دے سکتا ہو، تعلیم دے اورانہیں جہالت کے گھٹا ٹوپ اندھیرے سے علم و دانائی کے چکاچوند اُجالے میں لے آئے۔ اس کے علاوہ اسلام میں علم کی وہ قدروقیمت ہے کہ اس سے وابستہ ہونا صحیح قدم ہے اور یہ کہ

علم ایسا نور ہے جس کے پرتو میں لوگ اپنی راہ پہچانتے اور اس پر سفر کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ علم سے نظر چرانے کی مذمت کی گئی ہے اور کسی چیز کو جاننے اور سیکھنے میں 'خود داری' سے منع کیا گیا ہے۔ عالم پر ضروری ہے کہ وہ جاہلوں کو انکی جہالت پر باقی نہ رہنے دیں، بلکہ ان پر واجب ہے کہ علم کو لوگوں کے درمیان اور سماج کے درمیان عام کریں تاکہ علم کی روشنی ہر ایک پر سایہ فگن ہوسکے۔

اس سلسہ میں خاص طور پر اس کتاب کی دوسری جلد باب ۸ سے رجوع کریں۔

۹۔مفید علم و دانش:

اسلامی معلومات خصوصیت کے لحاظ سے ان واقعات کی طرف نشاندہی کرتے ہیں جو زندگانی دنیا و آخرت میں سرمایۂ خوش بختی و کمال ہیں۔ اسی لئے ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اسلامی تعلیمات میں اس بات کی تاکید کی گئی ہے کہ مومنین بھی عقل و خرد کے حصول میں رہنمائی حاصل کرنے، اس زندگی کی فلاح کے لئے ضروری معلومات یکجا کرنے اور حقائق و واقعات سے بہرہ ور ہونے اور فطری چیزوں کو حاصل کرنے میں آزاد ہیں۔ اور اُخروی زندگی جو کہ عظیم زندگی ہے، کے لئے بھی مفید معلومات اور فائدہ بخش حقائق کی معلومات کے لئے آزاد ہیں تاکہ وہ اس کے ذریعہ اپنی دوسری قیام گاہ میں آرام اور پاکیزہ زندگی گزارنے کے مستحق بن سکیں۔

(جاری)